رفعِ تعارض میں امام خطابیؒ کا منہج واسلوب (معالم السنن کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ)

Methodology of Imam Khattabi in resolving conflicts (Research study in the context of "Ma'alim al-Sunan")

Dr. Shahzada Imran Ayub
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies,
The University of Lahore, Lahore
imran.ayub@ais.uol.edu.pk

Khubaib ur Rehman
Ph.D Scholar, Dept of Islamic Studies,
The University of Lahore, Lahore

ABSTRACT

Imam al-Khattabi is considered to be one of the most eminent lexicographers, jurists and narrators of his time. One of his most important scholarly services is Abu Dawud's commentary "Ma'alim al-Sunan". This book is not only the main source of interpretation and understanding of the hadith, but the author has combined many sciences in it, one of which is the knowledge of resolving conflicts (Raf` e Ta`arud). The need for resolving the conflict actually arises when the meaning of the two popular hadiths seems to be against each other. In such a case, resolving the dispute is called Raf` e Ta`arud. The fact is that the contradiction between the shar'i arguments or two different hadiths is only apparent, not real, because it is not possible for two hadiths from the Prophet (PBUH) to be authentic and contradictory. However, in Ma'alim al-Sunan, Imam al-Khattabi has also arranged for the resolution of contradictions and in this regard he has kept in view three basic principles. First, an attempt has been made to combine and apply between two conflicting traditions so that both can be followed. Secondly, attempts have been made to resolve the conflict by cancellation (Naskh) and thirdly, he has removed the contradiction by giving priority to one of the contradictory hadiths over the other. In addition, he cites two reasons for the conflict; One is to use brevity in narrating the hadiths from the narrator and the other is to differ in the status

of the companions in hearing the hadith from the Prophet. He has also adopted various methods to mimic conflict. In the article, the details of these issues are being presented.
Kyewords: Khattabi, Ta`rud, Ikhtilaf, Mushkil ul Hadith, Jam` o Tatbeeq, Naskh, Tarjeeh.

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا نزول فرمایا تو اس میں محکم کے ساتھ ساتھ متشابہ آیات بھی رکھ دیں اور پھر باطل تاویلات اور بدعی آراء سے قرآن کریم کو بچانے کے لئے ایسے خواہش پرست لوگوں کے راستے پر چلنے سے بھی منع فرما دیا جو بغیر علم وبصیرت کے ایسی متشابہ آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ سنتِ نبوی بھی مصدرِ شریعت اور شارح قرآن ہونے کی وجہ سے اہم اور قابل حفاظت ہے اور احادیث کے متعدد و بکثرت ہونے اور بعض جگہ اختلافِ معانی کے باعث بعض اوقات پہلی نظر میں دیکھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ ان میں اختلاف وتناقض ہے جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے محققین علما کی ایک جماعت پیدا کی جنہوں نے یہ خدمت انجام دی کہ بالتفصیل اس مسئلے کے متعلق لوگوں کو متنبہ فرمایا اور مکمل اہتمام کے ساتھ ایسا علمی منہج پیش کیا کہ جس کو پیش نظر رکھا جائے تو حدیث وسنت کا مقام ومرتبہ بھی محفوظ رہتا ہے اور اسے باطل پرست جہلا کی تاویلات سے بھی بچایا جا سکتا ہے۔

اگر عصرِ حاضر کو دیکھا جائے تو مستشرقین اور دیگر دشمنانِ حدیث وسنت نے اشکالات، اعتراضات اور باطل تاویلات کے ذریعے سنتِ نبوی پر حملے کرنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی، بالخصوص یہ حربہ بھی اختیار کیا کہ احادیثِ صحیحہ کو باہم متعارض قرار دے کر مشکوک ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی، مزید برآں ساتھ ہی ساتھ وہ بلحاظِ روایت و درایت علومِ حدیث کی معرفت رکھنے کے جھوٹے دعویدار بھی ہیں۔ تو اس صورتِ حال میں ضروری ہے کہ ایسے متقدم محققین علما کی طرف رجوع کیا جائے کہ جن کی نہ تو دین سے وابستگی اور تقویٰ وپرہیز گاری میں کسی کو شبہ ہے اور نہ ہی علومِ حدیث سے ان کی معرفت میں کوئی شک۔ یہی باعث ہے کہ پیش نظر مقالہ میں متقدم ائمہ حدیث میں سے ایک عظیم امام اور معروف محدث "امام خطابیؒ" کا انتخاب کرتے ہوئے رفعِ تعارض میں ان کے منہج واسلوب کو پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز اس سلسلے میں بھی ان کی

سب سے اہم اور معروف کتاب "معالم السنن" کو منتخب کیا گیا ہے کیونکہ یہ شروحاتِ حدیث میں اوّلین ہونے کے ساتھ ساتھ موصوف کی علمی آراء کا ایک عظیم اور مستند ذخیرہ بھی ہے۔

امام خطابیؒ کا تعارف

امام خطابیؒ کا مکمل نام "ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی" ہے۔[1] آپ افغانستان کے شہر "بست" میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے متعلق دو اقوال ملتے ہیں؛ ۳۱۷ھ اور ۳۱۹ھ۔[2] آپ کی پیدائش اور پرورش بست شہر میں آپ کے خاندان اور کنبے قبیلے میں ہی ہوئی۔ آپ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا، اسی باعث آپ بچپن ہی سے علم سے وابستہ رہے۔ اپنے علاقے میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ طلبِ علم کے لئے مکہ، بغداد، بصرہ اور نیشاپور وغیرہ کی طرف گئے، پھر آپ دوبارہ اپنے علاقے بست میں لوٹ آئے اور وفات تک یہیں مقیم رہے۔ آپ نے بھی دیگر متعدد علما کی طرح مکمل اخلاص کے ساتھ دین کا کام کرنے کے لئے تجارت کا پیشہ اختیار کیا[3] تاکہ کوئی خوف و طمع حق گوئی میں آپ کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکے۔ پھر ایک دن بالآخر دیگر چمکتے ستاروں کی طرح علم و عرفان کا یہ انمول ستارہ بھی غروب ہو گیا، چنانچہ ۳۸۸ھ میں آپ اپنے آبائی شہر 'بست' میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔[4]

علمی اعتبار سے امام خطابیؒ کی شخصیت متعدد علوم وفنون میں بلند مرتبہ اور امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اگر حدیث اور علومِ حدیث کی بات کی جائے تو آپ اُن حضرات میں شامل ہیں جنہوں نے ابتدائی طور پر تشریحِ حدیث کی خدمت انجام دی اور علومِ حدیث و اصطلاحاتِ حدیث میں بھی علمی خدمات انجام دیں۔ اگر فقہ کی بات کی جائے تو بہت سے مسائل میں آپ کے اجتہادات اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ کو فقہ میں بھی گہری دسترس حاصل تھی۔ اگر عربی لغت کی بات ہو تو اس میں بھی آپ کو بہت ملکہ حاصل تھا یہی باعث ہے کہ آپ نے جہاں تشریحِ حدیث کے سلسلے میں متعدد مقامات پر الفاظ کی لغوی تشریح فرمائی، وہاں ایک مستقل کتاب "غریب الحدیث" بھی تحریر فرمائی۔ شعر وادب کی بات کی جائے تو آپ اس علم سے بھی روشناس تھے جیسا کہ آپ کے اشعار کا اسلوبِ جمیل اور آپ کی تالیفات میں آپ کی عمدہ تحریریں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ علم طب میں بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے یہی باعث ہے کہ آپ نے طب میں ایک مستقل کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔

تحریری سرمایہ کی بات کی جائے تو امام خطابیؒ نے اپنے عرصہ حیات میں متعدد کتب بھی تالیف فرمائیں تا کہ آپ کے علم، فہم، آراء اور اجتہادات سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔ واضح رہے کہ آپ کی کتب مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہیں لہٰذا انہیں کسی ایک نوع کے تحت ذکر کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ آپ نے علم حدیث میں متعدد کتب تالیف فرمائیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں؛ غریب الحدیث، اعلام الحدیث، معالم السنن۔ عقیدہ کے موضوع پر کتب لکھیں جن میں کتاب السراج، الرسالۃ الناصحۃ، شعارالدین، الغنیۃ عن الکلام واھلہ شامل ہیں۔ سیرتِ نبوی پر کتب لکھیں جن میں دلائل النبوۃ، طب نبوی اور شان الدعاء قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح علومِ قرآن پر بھی کتب لکھیں جیسے کہ جمع القرآن اور بیان اعجاز القرآن۔ مزید بر آں آپ نے چند دیگر علوم (لغت، کلام، زہد، سلوک وغیرہ) میں بھی کتب تحریر فرمائیں۔

آپ کی انہی خدمات کے باعث علمانے آپ کے علمی مقام و مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ امام حاکمؒ نے آپ کو فقیہ وادیب قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے ہیں کہ "آپ کے علوم سے لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔"[5] ابو منصور ثعالبیؒ بیان فرماتے ہیں کہ "خطابی ہمارے زمانے میں علم وادب، زہد و تقویٰ اور تدریس و تالیف میں اسی طرح تھے جیسے امام ابو عبید قاسم بن سلام اپنے زمانے میں تھے۔"[6] امام سمعانیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ "خطابی فاضل امام، بلند مرتبہ، جلیل القدر اور اچھی تصانیف کے مالک تھے۔"[7]

معالم السنن کا تعارف

"معالم السنن" صحاح ستہ کے ایک جزوِ اعظم "سنن ابوداود" کی شرح ہے جو کہ اپنے اس موضوع میں اوّلیت کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ دستیاب معلومات کے مطابق سنن ابوداود کی ایسی کوئی شرح نہیں جو امام خطابیؒ کی اس شرح سے پہلے کی ہو۔ لہٰذا یہ اس کتاب کا ایک اہم امتیاز ہے جس بنا پر یہ اہل علم میں بلند مقام اور نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں تحریر کی جانے والی یہ شرح پہلی بار تیرہ سو اکاون ہجری (۱۳۵۱ھ) میں مطبعہ علمیہ حلب سے شائع ہوئی جس کا اہتمام شام کے معروف عالم دین شیخ محمد راغب طباخ نے کیا، انہوں نے اسے طلبائے علومِ دینیہ کے فائدے کے لئے ایڈٹ کر کے چار اجزاء میں طبع کرایا جو آج بھی اسی حالت میں مطبوع ہے۔ البتہ بعد ازاں چند دیگر ممالک میں بھی اس کتاب کو مختلف علماء کی تحقیق کے ساتھ طبع کرایا گیا۔

اس کتاب میں پہلی بار احادیث کی تشریح کرتے ہوئے لغوی توضیحات ، اقوال ائمہ لغت ، امثالِ عرب ، فقہی احکام وفوائد، ترجیحی آراء، شرعی آداب، اقوالِ سلف، اشعار، نادر واقعات، لطیف اقوال، اصطلاحاتِ حدیث ، محدثین کی بعض اغلاط کی اصلاح، احادیث کی صحت وضعف کی توضیح اور رواۃ پر جرح وتعدیل کے بیان کی صورت میں بہت سا علمی مواد اختصار وجامعیت کے ساتھ یکجا کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مختلف الحدیث کا مفہوم

علم حدیث کی متعدد ومتنوع اقسام میں سے ایک قسم "مختلف الحدیث" بھی ہے۔ مختلف دراصل اختلاف سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کی ضد ہے۔ مختلف الحدیث سے مراد دو یا زیادہ ایسی مقبول احادیث ہیں جو مفہوم کے اعتبار سے بظاہر ایک دوسرے کے مخالف ہوں اور اس ظاہری تعارض واختلاف کو دور کرنا بھی ممکن ہو، یا تو دونوں میں جمع وتطبیق کے ذریعے یا پھر دونوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر۔ حافظ ابن صلاحؒ[8] اور امام نوویؒ[9] نے اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔ بالفاظِ دیگر اس علم میں ایسی احادیث کے متون کو زیر بحث لایا جاتا ہے جو درجے کے اعتبار سے توصحیح ہوتی ہیں لیکن ان کا مفہوم بظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہوتا ہے تو پھر اولاً ان میں جمع وتطبیق کے ذریعے تعارض واختلاف کو رفع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ناسخ منسوخ کو دیکھا جاتا ہے اور اگر اس ذریعے سے بھی تعارض رفع نہ ہوسکے تو پھر وجوہِ ترجیح میں سے کسی وجہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ جس علم میں رفعِ تعارض کے ایسے اصول وقواعد زیر بحث لائے جاتے ہیں اسے علم مختلف الحدیث کہتے ہیں۔

مختلف الحدیث اور مشکل الحدیث میں فرق

مختلف الحدیث سے ملتی جلتی ایک دوسری اصطلاح "مشکل الحدیث" بھی استعمال کی جاتی ہے ۔ مشکل بلحاظِ عربی لغت فعل اَشْکَلَ (بروزن افعال) سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے "کسی معاملے کا خلط ملط ہو جانا"۔[10] اصطلاحاً مشکل الحدیث کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقبول اسانید کے ساتھ مروی ایسی احادیث کہ بظاہر جن کے معانی کو سمجھنا محال ہو یا وہ احادیث شرعی وثابت قواعد کے خلاف

ہوں۔"[11] بعض حضرات نے اگرچہ مشکل الحدیث کو مختلف الحدیث ہی کا دوسرا نام قرار دیا ہے جبکہ قابل ترجیح رائے کے مطابق دونوں میں فرق ہے اور اس فرق کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ مختلف الحدیث ایک خاص چیز کا نام ہے اور وہ ہے "دو مقبول احادیث کا باہم متعارض آجانا" جبکہ مشکل الحدیث عام ہے جس میں حدیث کا مفہوم سمجھنے کی ہر طرح کی مشکل شامل ہے لہٰذا اگر دو احادیث باہم متعارض آجائیں تو وہ بھی مشکل الحدیث میں شامل ہیں، اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے ظاہری مفہوم کے خلاف آجائے تو وہ بھی مشکل الحدیث ہے، اگر کسی حدیث کا مفہوم متعین کرنا محال ہو تو وہ بھی مشکل الحدیث ہے، اسی طرح ہر وہ حدیث جو حقائقِ کونیہ، تاریخی حقائق، سائنسی حقائق، علم طب، علم فلکیات وغیرہ کے اصول و قواعد کے خلاف آجائے تو وہ بھی مشکل الحدیث میں شامل ہے۔

اس کی چند امثلہ میں سے ایک تو وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد روزانہ اللہ کے عرش کے نیچے جاکر سجدہ ریز ہوتا ہے[12]، اسی طرح وہ حدیث جس میں ہے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسری میں شفا ہے[13]، وہ حدیث جس میں صبح خالی پیٹ عجوہ کھجور کے سات دانے کھانے پر سارا دن جادو سے بچاؤ کی تعلیم دی گئی ہے[14]، پھر وہ حدیث جس میں ہے کہ بخار جہنم کے سانس کا ایک حصہ ہے[15] اور وہ حدیث بھی جس میں ہے کہ موسیٰؑ نے فرشتے کو تھپڑ مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی[16] وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور ان جیسی دیگر احادیث ایسی ہیں کہ جن کا مفہوم متعین کرنے میں مشکل پیش آتی ہے اسی لئے ان کو مشکل الحدیث کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ مختلف الحدیث اور مشکل الحدیث میں فرق ہے اور وہ یہ کہ مختلف الحدیث خاص ہے (یعنی حدیث کی ایک خاص قسم کی مشکل جس میں دو احادیث باہم متعارض آجاتی ہیں) جبکہ مشکل الحدیث عام ہے (یعنی اس میں مختلف الحدیث بھی شامل ہے اور دیگر حدیث سمجھنے میں رکاوٹ بننے والی ہر مشکل بھی) یوں ہر مختلف الحدیث مشکل الحدیث میں شامل ہے جبکہ ہر مشکل الحدیث مختلف الحدیث میں شامل نہیں۔

ادلہ شرعیہ میں تعارض کا مفہوم

شرعی نقطہ نظر سے ادلہ میں تعارض کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلے میں ایک دلیل کسی حکم کی متقاضی ہو اور اسی مسئلے میں دوسری دلیل اس کے مخالف حکم چاہتی ہو۔ واضح رہے کہ ایسا تعارض فی الواقع شریعت میں موجود ہی نہیں البتہ مجتہد علماء کی فکر و نظر میں تعارض ممکن ہے کہ کوئی مجتہد اپنی کم فہمی اور مکمل دلائل سے ناواقفیت کی

وجہ سے ایک دلیل کو دوسری کے مخالف خیال کرے، لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ شرعی دلائل میں تعارض محض ظاہری ہوتا ہے حقیقی نہیں۔ یہی باعث ہے کہ امام ابو بکر باقلانیؒ نے فرمایا ہے کہ "ہر ایسی دو خبریں جن کے متعلق یہ معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے تو ان میں کسی صورت بھی (حقیقی) تعارض نہیں ہو سکتا، اگرچہ وہ بظاہر متعارض ہی نظر آ رہی ہوں۔"[17] اسی طرح امام ابن خزیمہؒ نے فرمایا ہے کہ "میرے علم میں نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو احادیث صحیح سند سے مروی ہوں اور ان میں تضاد ہو اور اگر کسی کے پاس ایسی احادیث ہیں تو میرے پاس لائے میں ان کا حل پیش کر دیتا ہوں۔"[18]

رفع تعارض اور امام خطابیؒ

معالم السنن میں امام خطابیؒ نے تفہیم و تشریح حدیث کے ساتھ ساتھ رفعِ تعارض کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک تو مختلف اسالیب کے ساتھ تعارض کو نقل فرمایا ہے، پھر وقوعِ تعارض کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے اور مختلف وجوہ سے اس تعارض کو رفع کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ جو وجوہ اور اصول و ضوابط آج بھی علما کے لئے مشکلاتِ حدیث کے حل و تفہیم میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی اُمور پر آئندہ سطور میں حتی الامکان روشنی ڈالی جائے گی۔

تعارض نقل کرنے کے مختلف اسالیب

امام خطابیؒ نے تعارض نقل کرنے کا کوئی ایک منہج و اسلوب اختیار نہیں فرمایا بلکہ آپ مختلف مقامات پر مختلف اسالیب اختیار فرماتے ہیں جیسا کہ

- بعض اوقات آپ سنن ابو داود کے متن میں موجود پہلے ایک معنی کی متعدد احادیث اور پھر بظاہر اس کے متعارض متعدد احادیث نقل فرماتے ہیں اور پھر انہیں نقل کرنے کے بعد ان میں موجود ظاہری تعارض کا ذکر کرتے ہوئے اسے رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے کتاب العتق میں پہلے وہ احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام مشترک ہو اور کوئی ایک مالک اس غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے اور پھر اس مالک کے لئے باقی حصے کو آزاد کرانا ممکن نہ ہو تو غلام ہی سے محنت کرائی جائے تا کہ وہ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائے۔[19] جبکہ ان کے بعد آپ نے وہ احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں یہ

ترغیب ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرنے والے مالک کو چاہئے کہ باقی شرکاء کو بھی ان کے حصے ادا کر دے اور پورا غلام ہی آزاد کرادے، اس میں بڑی فضیلت ہے۔[20] ان دونوں طرح کی احادیث نقل کرنے کے بعد آپ نے ذکر فرمایا ہے کہ "یہ (بعد والی احادیث) پہلی احادیث کے مخالف نہیں ہیں اور وہ اس طرح کہ اگر تو وہ (اپنا حصہ آزاد کرنے والا مالک مالدار ہو تو پھر اسے ترغیب ہے کہ وہ باقی حصہ بھی آزاد کرادے لیکن اگر وہ) تنگ دست ہو تو پھر اسے یہ ذمہ داری نہیں دی جائے گی اور (اس صورت میں اس غلام کا) باقی حصہ غلام ہی رہے گا جیسا کہ وہ پہلے غلام تھا۔"[21]

- بعض اوقات آپ یہ اسلوب اپناتے ہیں کہ سنن ابوداود میں موجود ظاہری تعارض والی دو احادیث نقل فرماتے ہیں اور پھر ان کا تعارض رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے پہلے وہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں مذکور ہے کہ اگر کھانا حاضر ہو جائے تو نماز کو کچھ موٴخر کر دینا چاہئے۔[22] اور اس کے بعد وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں ہے کہ کھانے یا دوسرے کسی بھی کام کے لئے نماز میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔[23] ان احادیث کے بعد آپ نے ان کے تعارض کو یوں رفع کرنے کی کوشش کی ہے کہ "اگر کھانے کی طلب بہت زیادہ ہو اور دستر خوان بھی لگا دیا گیا ہو اور نماز کے وقت میں بھی کچھ وسعت ہو تو پہلے کھانا کھا لینا چاہئے۔ لیکن اگر یہ کیفیت نہ ہو، یعنی انسان کو کھانے کی طلب بہت زیادہ نہ ہو اور دستر خوان بھی نہ لگایا گیا ہو اور نماز کا وقت بھی کم ہو تو پہلے نماز پڑھ لینی چاہئے۔"[24]
- بعض اوقات آپ سنن ابوداود کی کوئی ایک حدیث نقل فرما کر اس میں موجود کسی مسئلے کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر خود کوئی ایسی حدیث نقل فرماتے ہیں جو مفہوم میں اس کے متعارض ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے حضرت انسؓ کی یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میری والدہ) ام سلیمؓ اور انصار کی کچھ عورتوں کو جہاد میں ساتھ لے جایا کرتے تھے تاکہ وہ پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔"[25] اس کے بعد آپ نے ذکر فرمایا ہے کہ "اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ غزوات میں مجاہدین کی خدمت جیسے کاموں کے لئے عورتوں کو ساتھ لے کر جانا جائز ہے، لیکن اس حدیث کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ کچھ عورتیں آپ کے ساتھ (کسی غزوہ میں) نکلیں لیکن آپ نے انہیں واپس بھیج دیا۔" اس کے بعد پھر آپ نے اس ظاہری تعارض کو

رفع کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ ممکن ہے جن عورتوں کو آپ نے واپس بھیجا وہ نوعمر اور خوبصورت ہوں جنہیں ساتھ لے جانے میں کسی فتنے کا اندیشہ ہو اس لئے آپ نے انہیں نکلنے سے منع فرما دیا۔[26]

- بعض اوقات آپ رفعِ تعارض کے سلسلے میں متقدم علماء میں سے کسی کی رائے نقل فرما دیتے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے نقل فرمایا ہے کہ "امام شافعیؒ ان دونوں مختلف احادیث کو یوں جمع کیا کرتے تھے کہ اس میں اختلاف صرف راویوں کی وجہ سے ہے۔"[27]
- بعض اوقات آپ ایسا بھی کرتے ہیں کہ متعدد علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد ان میں سے کسی قول کو ترجیح بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ آپ نے ذکر فرمایا ہے کہ "اس بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ،کچھ قائلین نے کہا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا، پھر بریدہ اسلمی کی حدیث کے ذریعے اسے منسوخ کر دیا گیا... (پھر آگے چل کر امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ) یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔"[28]
- بعض اوقات امام خطابیؒ مختلف الحدیث کے موضوع پر لکھی جانے والی سابقہ کتب سے بھی نقل فرماتے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ "اور یقینا امام شافعیؒ نے کتاب مختلف الحدیث میں اس معنی کی بڑی اچھی وضاحت فرمائی ہے اور اس بارے میں نہایت عمدہ کلام فرمایا ہے۔"[29]
- بعض اوقات آپ دو متعارض احادیث نقل کرنے کے بعد ان میں جمع وتوفیق کی مختلف صورتیں بیان فرماتے ہیں اور پھر ان میں سے جو صورت آپ کے نزدیک راجح ہوتی ہے اس کی بھی وضاحت فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ "میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔"[30] اس کے بعد آپ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ "کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متی سے بہتر کہے۔"[31] ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد آپ نے ان میں جمع وتوفیق کی مختلف صورتیں نقل فرمائی ہے اور پھر ان میں سے ایک صورت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ "میں کہتا ہوں کہ یہی صورت دونوں میں سے زیادہ بہتر اور حدیث کے معنی کے قریب تر ہے۔"[32]
- بعض مقامات پر جمع کی مختلف وجوہ اور صورتوں کو آپ نے معانی کا نام دیا ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر نقل فرمایا ہے کہ ((يشبه ان يكون رده اياهن لأحد معنيين)) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں کو واپس بھیجنے کی دو وجوہ میں سے کوئی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔"[33]

- بعض مقامات پر آپ جمع و تطبیق کو توفیق کا نام بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ((ووجہ التوفیق بین الحدیثین واضح))"اور دونوں احادیث کے مابین جمع و تطبیق کی صورت واضح ہی ہے۔"[34]
- ترجیح کے لئے آپ لفظ اشبہ بھی استعمال فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ((والقول الاول اشبہ))"اور پہلا قول ہی اقرب (راجح) ہے۔"[35]
- اور بعض اوقات آپ ترجیح کے لئے لفظ اَولی بھی استعمال فرماتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ((قلت ھذا اولی الوجہین))"میں کہتا ہوں کہ دونوں صورتوں میں سے یہ صورت زیادہ بہتر (قابل ترجیح) ہے۔"[36]

وقوعِ تعارض کے چند اسباب

احادیث کے مابین تعارض پیدا کیسے ہوتا ہے؟ اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے امام خطابیؒ نے دو کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ان کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

1. **راویانِ حدیث کا حذف و اختصار:** بعض ائمہ اور احادیث کے راوی حدیث بیان کرتے ہوئے پوری حدیث بیان کرنے کی بجائے اختصار سے کام لیتے ہیں اور بقدرِ ضرورت ہی بیان کر دیتے ہیں جس کے باعث روایات کے مابین تعارض کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سبب کو بیان کرتے ہوئے امام خطابیؒ نے ایک مقام پر یوں نقل فرمایا ہے کہ ((انما عرض الوھم فی تاویل ھذا الحدیث من روایۃ ابی ھریرۃ ووقعت الشبھۃ ... لکثرۃ ما دخلہ من الحذف والاختصار)) "حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی اس حدیث کی تشریح میں وہم پیش آگیا ہے اور شبہہ واقع ہو گیا ہے... اس لئے کہ راوی نے اس میں کثرت سے حذف و اختصار سے کام لیا ہے۔"[37]
2. **حدیث کے سماع میں صحابہ کا اختلاف:** یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حدیث بیان فرما دیتے تو سننے والے صحابہ کی حالت مختلف ہوتی تھی، کچھ قریب سے سنتے اور کچھ دور سے، کچھ پورے الفاظ سن لیتے اور کچھ پورے نہ سن پاتے، وغیرہ وغیرہ۔ پھر جیسے کسی کے پاس روایت پہنچتی وہ اسی طرح آگے بیان کر دیتا ، تو اس سماع میں صحابہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے تعارض کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ وقوعِ تعارض کے

اس سبب کو امام خطابیؒ نے ایک جگہ یوں نقل فرمایا ہے کہ ((وقد يحتمل ذلک وجها آخر وهو أن يكون بعضهم سمعه يقول : لبيک بحج فحكى أنه افردها ، وخفى عليه قوله : وعمرة ، فلم يحک الا ما سمع وهى عائشة ، ووعى غيرها الزيادة فرواها وهو انس))"اور اس کی ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ (ممکن ہے) کسی صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف یہی الفاظ سنے ہوں کہ " لبيک بحج" اور اس بنا پر آگے بیان کر دیا ہو کہ آپ نے حج مفرد ہی کیا تھا جبکہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ "وعمرة" مخفی ہی رہ گئے، لہٰذا اس نے وہی بیان کر دیا جو اس نے سنا تھا اور وہ عائشہؓ ہیں۔ اور اس کے علاوہ دوسرے صحابی نے مزید الفاظ بھی (سنے) اور یاد رکھے اور پھر انہیں آگے روایت کر دیا اور وہ انسؓ ہیں۔"[38]

رفع تعارض کی مختلف وجوہ

معالم السنن میں امام خطابیؒ نے رفع تعارض کے تین بنیادی اصول اختیار فرمائے ہیں۔ اولاً جمع و تطبیق کے ذریعے دونوں متعارض احادیث پر عمل کو ممکن بنایا ہے۔ دوسرے بذریعہ نسخ تعارض رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور تیسرے متعارض احادیث کے مابین ترجیح کی کوشش کی ہے یعنی اگر ناسخ کا علم نہیں ہو سکا تو آپ نے دونوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر تعارض رفع فرمایا ہے، اس کی چند امثلہ حسب ذیل ہیں۔

1. جمع و توفیق:

حضرت جابرؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ ((نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يضع الرجل احدى رجليه على الاخرى وهو مستلق على ظهره))"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنی ٹانگ پر ٹانگ رکھے جبکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو۔"[39] جبکہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ صحابی بیان کرتے ہیں ((انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم مستلقيا فى المسجد واضعا احدى رجليه على الاخرى)) "انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔"[40]

ان دونوں بظاہر متعارض روایات کو امام خطابیؒ نے یوں جمع کرنے کی کوشش کی ہے کہ "اقرب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لیٹنے سے صرف ستر ننگا ہو جانے کے ڈر سے ہی منع فرمایا تھا کیونکہ

اس وقت لوگوں کے لباس (بالعموم) تہبند ہی ہوتے تھے نہ کہ شلواریں، اور اغلباً ان کے تہبند کا کپڑا پورا بھی نہیں ہوتا تھا (کہ جس سے وہ اپنی مکمل ٹانگیں ڈھانپتے) لہٰذا تنگ تہبند کے ساتھ اگر کوئی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ اس کی ران ننگی نہ ہو اور ران ستر میں شامل ہے، لہٰذا جب تہبند پورا ہو یا اسے پہننے والے کو ستر ننگا ہونے کا ڈر نہ ہو تو پھر اس صورت میں لیٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں (جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے) اور ان دونوں (بظاہر متعارض) احادیث کو جمع کرنے کی یہی صورت ہے۔ (واللہ اعلم)"[41]

اس کی ایک دوسری مثال وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((لا هجرة بعد الفتح)) "فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔"[42] جبکہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ((لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة)) "ہجرت اس وقت ختم نہیں ہوسکتی جب تک توبہ ختم نہ ہوجائے۔"[43]

ان بظاہر متعارض روایات میں امام خطابیؒ نے یوں جمع و تطبیق فرمائی ہے کہ پہلے ہجرت مستحب تھی لیکن جب مشرکینِ مکہ کی طرف سے مسلمانوں کی ایذارسانی کا سلسلہ حد سے بڑھا تو اسے فرض کر دیا گیا اور سب کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا گیا، لیکن جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ فرضیت کا حکم ختم ہو کر پھر اباحت کی طرف لوٹ گیا۔ یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت فرض نہیں لیکن مستحب ہجرت ہمیشہ باقی رہے گی۔ چنانچہ آپ نے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ ((فالمنقطعة منها هى الفرض والباقية هى الندب فهذا وجه الجمع بين الحديثين)) "جو ہجرت ختم ہوچکی ہے وہ فرض ہے جبکہ مستحب ہجرت باقی ہے، پس ان دونوں (بظاہر متعارض) احادیث کے درمیان جمع و توفیق کی یہی صورت ہے۔"[44]

2. نسخ:

حضرت ابن عباسؓ سے دو سجدوں کے درمیان اقعاء (ایڑیوں پر بیٹھنے) کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ، یہ سنت ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ ہم تو اسے پاؤں پر بوجھ یا آدمی کے لئے باعثِ مشقت خیال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، یہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"[45] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں سجدوں کے دوران اقعاء کی حالت میں بیٹھنا درست ہے جبکہ بعض دیگر احادیث میں اس کی ممانعت مذکور ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "دو سجدوں

کے درمیان اقعاء کی حالت میں نہ بیٹھو۔"[46]

اس سلسلے میں امام خطابیؒ نے ممانعت کی احادیث پر عمل کو ثابت جبکہ درج بالا جواز کی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے، چنانچہ آپ نے نقل فرمایا ہے کہ "اکثر احادیث میں دورانِ نماز اقعاء کی حالت میں بیٹھنے سے ممانعت موجود ہے... اقرب یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی (درج بالا) حدیث منسوخ ہے اور عمل ان (دیگر ممانعت کی) احادیث پر ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ نماز کے بارے میں صحیح ثابت ہیں۔"[47]

نسخ کے حوالے سے ایک مثال حضرت عبادہؓ کی وہ روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے جس میں مرفوعاً ذکر ہے کہ ((الثيب بالثيب جلد مائة ورمى بالحجارة والبكر بالبكر جلد مائة ونفى سنة)) "اگر شادی شدہ (مرد) شادی شدہ (عورت) کے ساتھ (بدکاری کرے) تو سو کوڑے ہیں اور پتھر مارنا ہے، اور اگر کنوارا کنواری کے ساتھ کرے تو سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرنا ہے۔"[48] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔ جبکہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانی عورت کے لئے صرف رجم کی سزا ہی تجویز فرمائی۔[49] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو بھی رجم کرایا لیکن انہیں کوڑے نہ لگائے۔[50]

اس بارے میں امام خطابیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ دوسری احادیث بعد کی ہیں اس لئے وہ ناسخ ہیں جبکہ جن احادیث میں رجم کی سزا کے ساتھ کوڑوں کا بھی ذکر ہے وہ پہلے کی ہیں لہٰذا ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، چنانچہ آپ نے نقل فرمایا ہے کہ "عام فقہاء نے یہی موقف اختیار فرمایا ہے کہ (شادی شدہ زانی کے لئے) رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا کا حکم منسوخ ہو چکا ہے... اور یہ (ابوہریرہؓ کی) حدیث دونوں اُمور میں سے آخری (پر دلالت کرتی) ہے کیونکہ ابوہریرہؓ متاخر الاسلام ہیں اور انہوں نے کوڑوں کا ذکر نہیں کیا اور (ان کی حدیث میں) صرف رجم کا ہی ذکر ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (متاخر) فعل آپ کے سابقہ قول کے لئے ناسخ ہے۔"[51]

3. ترجیح:

حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس میں نے آپ کی قراء

ت کا اندازہ لگایا تو محسوس کیا کہ آپ نے سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی ہے۔"[52] حدیث کے ان الفاظ "میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ لگایا" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس نماز میں جہری قراءت نہیں فرمائی کیونکہ اگر آپ جہری قراءت فرماتے تو پھر آپ کی قراءت کا اندازہ لگانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جبکہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں لمبی اور جہری قراءت فرمائی۔"[53]

ان دونوں بظاہر متعارض روایات میں امام خطابیؒ نے اس قاعدے پر عمل کرتے ہوئے کہ "مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے" دوسری روایت کو پہلی پر ترجیح دی ہے یعنی جس میں جہری قراءت کا ذکر ہے اسے اس پر ترجیح حاصل ہے جس میں جہری قراءت کا ذکر نہیں۔ چنانچہ آپ نے نقل فرمایا ہے کہ "مثبت (اثبات بیان کرنے والے) کا قول نفی کرنے والے کے قول سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسے ایک اضافی چیز یاد ہے جو نفی کرنے والے کو یاد نہیں۔"[54]

ترجیح کی دوسری مثال حضرت ابوذرؓ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ "زمین میرے لئے پاک کرنے والی بنائی گئی ہے اور جائے سجدہ بھی۔"[55] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ساری زمین جائے سجدہ ہے اور دنیا کا کوئی علاقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں جبکہ ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ارضِ بابل میں نماز ممنوع ہے جیسا کہ علیؓ کا بیان ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ ملعون ہے۔"[56]

امام خطابیؒ نے ان بظاہر متعارض روایات میں سے پہلی کو دوسری پر ترجیح دی ہے کیونکہ پہلی سند کے اعتبار سے دوسری سے زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ آپ نے درج بالا دونوں احادیث بالترتیب نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ "میں کہتا ہوں کہ اس (دوسری) حدیث کی سند میں مقال ہے اور مجھے علماء میں سے کسی ایک کا بھی علم نہیں جس نے ارضِ بابل میں نماز کو حرام قرار دیا ہو اور یہ اُس حدیث کے بھی خلاف ہے جو اس سے زیادہ صحیح ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ "زمین میرے لئے پاک کرنے والی بنائی گئی ہے اور جائے سجدہ بھی۔"[57]

خلاصہ بحث

امام خطابیؒ اپنے زمانے کے بلند پایہ ادیب، لغوی، فقیہ اور محدث شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی علمی خدمات میں سے ایک اہم سنن ابوداود کی شرح "معالم السنن" ہے۔ یہ کتاب نہ صرف تشریح و تفہیم حدیث کا بنیادی مصدر ہے بلکہ اس میں مصنف نے بہت سے علوم یکجا کر دیئے ہیں، جن میں سے ایک رفعِ تعارض کا علم ہے۔ رفعِ تعارض کی ضرورت دراصل اس وقت پیش آتی ہے جب دو مقبول احادیث کا مفہوم بظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہو، تو ایسی صورت میں اس اختلاف کو دور کرنے کا نام رفعِ تعارض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شرعی دلائل یا دو مختلف احادیث میں تعارض محض ظاہری ہوتا ہے حقیقی نہیں کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو احادیث صحیح ثابت ہوں اور وہ باہم متعارض ہوں۔ بہرحال معالم السنن میں امام خطابیؒ نے رفعِ تعارض کا بھی اہتمام فرمایا ہے اور اس سلسلے میں تین بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے کہ اولاً دو متعارض روایات کے مابین جمع و تطبیق کی کوشش کی ہے تاکہ دونوں پر عمل ممکن ہو سکے۔ دوسرے بذریعہ نسخ تعارض دور کرنے کی کوشش کی ہے اور تیسرے متعارض احادیث میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر تعارض دور کیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے وقوعِ تعارض کے دو اسباب بیان فرمائے ہیں؛ ایک یہ کہ رواۃ کی طرف سے احادیث بیان کرنے میں اختصار سے کام لینا اور دوسرا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے میں صحابہ کی حالت کا مختلف ہونا۔ تعارض نقل کرنے کے لئے بھی آپ نے مختلف اسالیب اختیار فرمائے ہیں؛ کبھی تو آپ ایک معنیٰ کی متعدد احادیث نقل فرماتے ہیں اور پھر اس کے متعارض معنیٰ کی متعدد احادیث نقل فرما کر ان کے تعارض کو رفع کرتے ہیں۔ کبھی آپ صرف دو متعارض روایات کو نقل کر کے ان کا تعارض رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی آپ ایک حدیث نقل فرما کر اس میں موجود کسی مسئلے کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر خود کوئی ایسی حدیث نقل فرماتے ہیں جو مفہوم میں اس کے خلاف ہوتی ہے اور پھر آپ اس کے تعارض کو رفع کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اسالیب ہیں جو موصوف نے نقلِ تعارض اور رفعِ تعارض کے سلسلے میں اختیار فرمائے ہیں، جن کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ مذکورہ علمی کاوشیں امام خطابیؒ کی حدیث شریف میں وسعتِ علمی اور مسائلِ مشکل الحدیث کے حل میں نظرِ عمیق و گہری بصیرت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مصادر و مراجع

1 الذھبی، حافظ شمس الدین، العبر فی خبر من غبر، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ، (۲/ ۱۷۴) وفیات ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دار صادر بیروت، ۱۴۰۳ھ، (۲/ ۲۱۴)

Al–Dhahabī,ḥafiz Shams al-Dīn,Al.'***Ebr fī kabr mn ghbr***,(Beirut: Dār al-Kutub al ʿIlmiyya,1405H)2/174. And Ibn Khlikān, ***Wafyāt alĀʽayan***, (Beirut: Dār Ṣādir1403H)2/214.

2 السمعانی، عبد الکریم بن محمد بن منصور، الانساب، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد، ۱۹۶۲ء، (۵/ ۱۵۹) یاقوت حموی، شہاب الدین ابو عبد اللہ، معجم الادباء، دار الغرب الاسلامی بیروت، ۱۴۱۴ھ، (۳/ ۱۲۰۶)

Al.Samʽānī, Abd-ul-Karīm bin Muḥammad bin Manṣor,***Al Ansab***, (Hyderabard,Majlis Daīrh al Maʿārif Al, ʿUthmānia,1962)5/159 And Yāqoot Al-ḥamwī, Sahāb-u-Dīn,Abū Abdullah, ***Muʿjam al- Adāba***,(Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī,1414h) 3/1204.

3 الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات، دار احیاء التراث بیروت، ۱۴۲۰ھ، (۷/ ۲۰۷)

Al.Şufdī, Şahlā-u-Dīn,Khlīl bin Āībak, ***Al-wāfī bl wafyāt***,(Beirut: Dār Aḥya Al-Thrath)7/207.

4 ابن الاثیر، عز الدین علی بن محمد، اللباب فی تھذیب الانساب، دار صادر بیروت، بدون التاریخ، (۱/ ۲۵۲) الانساب للسمعانی (۵/ ۱۵۹) معجم الادباء (۳/ ۱۲۰۶)

Ibn Athīr , ʿEz –u-Dīn Ali bin Muḥammad***, Al-Lbāb fi Tahḏīb-al-ansāb***,(Beirut: Dār Ṣādir)1/252. And ***Al-Ansāb lil.Samʽānī***,(5/159), Muʿjam al- Adāba(3/1206))

5 الانساب للسمعانی (۵/ ۱۵۹)

Al-Ansāb lil.Samʽānī,(5/159)

6 الثعالبی، ابو منصور عبد الملک، یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل الاثر، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۳ء، (۴/ ۳۸۳)

Abu Manşūr Tha'ālibī,Abdul-Malik,***Yatīmat ul Dhar,fi mḥāsn Ahal al-Asar***, ,(Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya,1403H)4/383.

7 الانساب للسمعانی (۵/ ۱۵۹)

Al-Ansāb lil.Samʽānī,(5/159)

8 ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن، مقدمۃ ابن الصلاح، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۳ھ، (ص: ۱۴۳)

Ibn al-Ṣalāḥ,,Abū ʻAmr ʻUthmān ibn ʻAbd il-Raḥmān al-Shahrazūrī, ***Muqadma Ibn al-Ṣalāḥ,*** ,(Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya,1432H)P:143.

9 النووی، یحیی بن شرف، التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ، (ص: ۲۰)

Al-Nawawī ,Abū Zakariyyā Yaḥyā ibn Sharaf ***,Al-Taqrib al-Taisir***,(Beirut:Dār Al-Kitāb Al-ʽarbī,1405h)P:20.

10 ابن منظور الافریقی، جمال الدین ابو الفضل، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ، (۱۱/ ۳۵۷)

Ibn Manzūr al-Ansārī al-Ifrīqī, Jāmal ul Dīn,Abā ul Fazal,Muhammad ibn Mukarram , ***Lisan al-ʿArab***, (Beirut: Dār Ṣādir1414h)11/375.

11 اسامۃ عبد اللہ خیاط، مختلف الحدیث، مطابع الصفا، مکہ مکرمۃ، (ص: ۳۲)

Osāma Abdul Allāh Khayāt,***Ilm e Mukhtalif ul Ḥadīth***,(Mecca:Maṭāb e ṣafa)P:32.

12 البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام، ریاض، ۱۴۲۶ھ، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان، (رقم الحدیث: ۳۱۹۹)

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismaīl, ***Al Jāmi' al Ṣaḥīḥ Al Bukhārī*** (Beirut: Dār Salam, 1426 AH), Ḥadīth # 3199.

13 ابوداود، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، دار السلام، ریاض، ۱۴۲۱ھ، کتاب الاطعمۃ، باب فی الذباب یقع فی الطعام، (رقم الحدیث: ۳۸۴۴)

Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, ***Sunan Abi Dawood***, (Riyād, Dār Salam 1421AH) Ḥadīth # 3844.

14 صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب العجوۃ، (رقم الحدیث: ۵۴۴۵)

Al Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 5445.

15 مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۷ھ، کتاب السلام، باب لکل داء دواء واستحباب التداوی، (رقم الحدیث: ۲۲۰۹)

Muslim ibn Al-ḤaJJāJ,***Al Jāmi' al-Ṣaḥīḥ Al-Muslim***(Beurit:Dāral M'arifah,1417 AH), Ḥadīth # 5445.

16 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی، (رقم الحدیث: ۲۳۷۲)

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 2373.

17 خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ، بدون التاریخ (ص: ۴۳۳)

Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakar Aḥmad bin Ali***, Al-Kifaayah fi Ma'rifah Usul 'Ilm ar-Riwaayah,***(Madīna:Maktaba 'Ilmia)p:433.

18 مقدمہ ابن الصلاح (ص: ۲۸۵)

Muqadma Ibn al-Ṣalāḥ,P:258.

19 سنن ابوداود (رقم الحدیث: ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 3937,3938,3939.

20 سنن ابوداود، کتاب العتق، باب فیمن روی انہ لایستسعی (رقم الحدیث: ۳۹۴۰، ۳۹۴۱...۳۹۴۸)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 3940,3941,3948.

21 الخطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد، معالم السنن، المطبعۃ العلمیۃ، حلب، ۱۳۵۱ھ، (۴/ ۷۲)

Al.Khṭabī,Abū Sulīman Ḥamad bin Muḥammad, ***M'ālim ul Sunan,(*** Ḥalab ,al,maṭabt ul 'elmia)4/72.

22 سنن ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب اذا حضرت الصلاۃ والعشاء (رقم الحدیث: ۳۷۵۷)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth #3775.

23 سنن ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب اذا حضرت الصلاۃ والعشاء (رقم الحدیث: ۳۷۵۸)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth #3758.

24 ملخص از، معالم السنن (۴/ ۲۴۱، ۲۴۲)

M'ālim ul Sunan,4/241,242

25 صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ النساء مع الرجال (رقم الحدیث: ۱۸۱۰)

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 1810.

26 معالم السنن (۲/ ۲۴۶)

M'ālim ul Sunan,2/246

27 ایضا (۱/ ۱۹۲، ۱۹۳)

Iibd:1/1192.193.

28 ایضا (۱/ ۱۹۲، ۱۹۳)

Iibd:1/1192.193

29 ایضا (۲/ ۱۶۰)

Iibd:2/160.

30 سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام (رقم الحدیث:۴۶۷۳)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 4673

31 سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام (رقم الحدیث:۴۶۷۰)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 4670

32 معالم السنن (۴/۳۱۱)

M'ālim ul Sunan,4/311

33 ایضا(۲/۲۴۶)

Ibid:2/246

34 ایضا(۴/۳۱۰)

Ibid:4/310

35 ایضا(۲/۹۴)

Ibid:2/94.

36 ایضا(۴/۳۱۱)

Ibid:4/311

37 ایضا(۲/۱۰)

Ibid:2/10

38 ایضا(۲/۱۶۱)

Ibid:2/161.

39 صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ (رقم الحدیث:۲۰۹۹)

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Kitāb ul Libas, Ḥadīth # 2099.

40 سنن ابوداود، کتاب الادب (رقم الحدیث:۴۸۶۶)

Sunan Abī Dawood,Kitāb ul Adāb, Ḥadīth # 4866.

41 معالم السنن (۴/۱۲۰)

M'ālim ul Sunan,4/120

42 صحیح بخاری (رقم الحدیث:۲۷۸۳)

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 2783.

43 سنن ابوداود (رقم الحدیث:۲۴۷۹)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 2479.

44 معالم السنن (۲/۲۳۵)

M'ālim ul Sunan, 2/235

45 صحیح مسلم (رقم الحدیث:۵۳۶)

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 536.

46 جامع ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراھیۃ الاقعاء بین السجدتین (رقم الحدیث:۲۸۲)

Al Tirmidhī, Muḥammad bin Isa. ***Sunan al Tirmidhī*** Ḥadīth # 282.

47 معالم السنن (۱/۲۰۹)

M'ālim ul Sunan,1/209

48 صحیح مسلم (رقم الحدیث:۱۶۹۰)

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 1690.

49 صحیح بخاری(رقم الحدیث:۶۶۳۳،۶۶۳۴)

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6634,6633.

50 صحیح بخاری(رقم الحدیث:۶۸۲۵)

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6825.

51 معالم السنن(۳/۳۱۶،۳۱۷)

M'ālim ul Sunan,3/317,316

52 سنن ابو داود(رقم الحدیث:۱۱۸۷)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 1187

53 سنن ابو داود(رقم الحدیث:۱۱۸۸)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 1188

54 معالم السنن(۱/۲۵۷)

M'ālim ul Sunan, 1/257

55 سنن ابو داود(رقم الحدیث:۴۸۹)

Sunan Abī Dawood , Ḥadīth # 489.

56 سنن ابو داود(رقم الحدیث:۴۹۰)

Sunan Abī Dawood, Ḥadīth # 490.

57 معالم السنن(۱/۱۴۸)

M'ālim ul Sunan, 1/148